۱۸۰

بخدمت جناب مفتی صاحب

السلام علیکم!

گزارش ہے کہ میرے درج ذیل سوالات کے جوابات
دیں۔ اللہ آپکو جزائے خیر دے۔

سوال نمبر 1 | ایک آدمی زنا یا چوری کرتا ہے پھر سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے
تو کیا صرف توبہ کرنے سے اسکے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں
یا جب تک اس پر وہ حدود جو شریعت نے لگائی ہیں نہ لگائی
جائیں معاف نہیں ہوتے۔ چاہے وہ توبہ بھی کرے جیسا کہ چور کے
لیے شریعت میں حد مقرر ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں وغیرہ۔

سوال نمبر 2 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تبلیغی جماعت والے جو یہ کہتے ہیں
کہ دین طلب سے آتا ہے اور دنیا مقدر سے ملتی ہے غلط کہتے ہیں مثلاً حضرت عمرؓ
کو دین کی طلب نہیں تھی بلکہ وہ تو نعوذباللہ حضورؐ کو قتل کرنے نکلے تھے ساتھ اس
نے یہ بھی کہا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے جیسا کہ
حضرت محمدؐ اپنے چچا ابوطالب پر بہت محنت کرتے تھے لیکن وہ ایمان نہ لائے

سوال نمبر 3 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تراویح پڑھنا لازمی نہیں کیونکہ یہ حضرت عمرؓ
کے دور سے ثابت ہیں جب کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور سے ثابت نہیں
مہربانی کر کے بتائیں کہ نماز تراویح کی شریعت میں کیا حیثیت ہے

سوال نمبر 4 | I کیا صرف تصویروں کی بنا پر مووی کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے
II اور کیا سکول اور کالج کی مشہوری کیلئے مووی بنوائی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر 5 | کیا حضرت عمرؓ نے چار ماہ گھر سے باہر رہنے کی یا چار ماہ سے زیادہ
گھر سے باہر رہنے کی ترتیب بنائی تھی یا نہیں اگر نہیں تو کیا جماعت والوں
کی سات ماہ یا سال کی ترتیب پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں

سوال نمبر 6 | موجودہ دور میں شریعت کے مطابق شادی کا طریقہ
کار کیا ہو گا۔

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامدًاومصلیًا ومسلّمًا

(۱)......اگرکسی نے گناہ کبیرہ کرلیاتو توبہ کرنے سے وہ گناہ معاف ہوجائے گا،اس کے لیے حد کا جاری ہونا ضروری نہیں،البتہ اگر کسی نے ایسا گناہ کرلیا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوئی ہو جیسے چوری وغیرہ تو اس وقت صاحبِ حق سے معاف کرانا یا اس کا حق ادا کرنا ضروری ہوگا،اس کے بغیر توبہ مکمل نہیں ہوگی۔

لمافی الدر المختار ٤/٤

وليس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة۔

وفی الشامية تحته:

الظاهر أنها لا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع إليه أما قبله فيسقط الحد بالتوبة حتى فی قطاع الطريق سواء كان قبل جنايتهم عل نفس أو عضو أو مال أو كان بعد شیء من ذلك كما سيأتی فی بابه وبه صرح فی البحر هنا خلافا لما فی النهر نعم يبقى عليهم حق العبد من القصاص إن قتلوا والضمان إن أخذوا المال وقول البحر والقطع إن أخذوا المال سبق قلم وصوابه والضمان۔

وفی البحر الرائق ٦/٥

والحاصل أن الواجب على العاصی فی نفس الأمر التوبة فيما بينه وبين الله تعالى والإنابة

وفی الهندية ١٤٣/٢

وحكمه الأصلی الانزجار عما يتضرر به العباد وصيانة دار الإسلام عن الفساد والطهر من الذنب ليست بحكم أصلی لإقامة الحد لأنها تحصل بالتوبة لا بإقامة الحد۔

(۲)......تبلیغ سے منسلک حضرات کا یہ جملہ کہ ''دین طلب سے آتا ہے'' درست ہے کیونکہ ایک آیتِ مبارکہ میں ہے ''ویہدی الیہ من ینیب'' کہ اللہ تعالی ہدایت دیتے ہیں اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرے، مذکورہ آیت مبارکہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے لیے طلب ضروری ہے، باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ سو انہوں نے بھی طلب کی تھی جیسا کہ ان کے اسلام لانے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن سے فرمایا تھا کہ مجھے بھی وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں، اپنی اس طلب کی وجہ سے وہ مشرف باسلام ہوئے،

اور شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے درست نہیں، بلکہ دین بھی محنت سے آتا ہے، حضرت ابو طالب کی اپنی طلب اور محنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔

یہ جملہ کہ دنیا مقدر سے ملتی ہے درست ہے، لیکن اس سے اسباب اختیار کرنے کی نفی کرنا درست نہیں بلکہ اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں۔

لما فی التفسیر المظھری ١٩/٥

قوله انلزمکموھا : ای نلزمکم علی الاھتداء بھا ای بالنیة اوالرحمة و نجبرکم علی قبولھا وانتم لھا کارھون ای لاتریدونھا

وفی روح المعانی ٦/ ٢٤٠

وأنتم لھا کارھون أی لا تختارونھا ولا تتأمّلون فیھا

و فی صحیح البخاری باب قصة ابی طالب رقم الحدیث ٣٨٨٤

ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی ﷺ و عنده ابو جھل فقال ای عم قل لا اله الا اله کلمة ااج لك بھا عند الله فقال ابو جھل وعبدالله بن ابی امیة یا اباطالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال آخر شئی کلمھم به علی ملة عبدالمطلب

وفی التفسیر المنیر ٦/٣٢٧

مامن نوع من انواع دواب الارض او البحر او الجو الا علی الله رزقھا و معیشتھا و غذائھا المناسب لھا المعد لطعامھا بعد البحث والحرکة والعمل

وفی روح المعانی ٦/ ٢٠٣

و لا یمنع من التوکل مباشرة الاسباب مع العلم بانه سبحانه المسبب لھا

(٣) صورتِ مسئولہ میں شخصِ مذکور کا یہ کہنا کہ ’’تراویح پڑھنا لازمی نہیں‘‘ درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔

اور اسی طرح یہ کہنا کہ ’’یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہیں جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت نہیں‘‘ بھی درست نہیں، بلکہ تراویح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ آنحضرت ﷺ نے اس کی جماعت ’’فرض ہوجانے کے اندیشہ سے‘‘ ترک فرمادی تھی، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی انفراداً پڑھی جاتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یہ اندیشہ ختم ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور یہ عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ہوا، کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا، تو یہ اجماع ہوا جو بذاتِ خود ایک مستقل دلیل ہے۔

لمافی مشکوۃ المصابیح باب قیام شھر رمضان ،١١٤

عن زید بن ثابت رضی الله عنه ان النبی ﷺ اتخذ حجرة فی المسجد من حصیر فصلی فیھا لیالی حتی اجتمع علیه ناس ثم فقدوا صوته لیلة و ظنوا انه قد نام فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم فقال مازال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم و لو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم۔

وفیه ایضا ١١٤

و عن ابی هريرة قال كان رسول الله ﷺ يرغب فی قيام رمضان من غير ان يامر هم فيه بعزيمة فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه فتوفی رسول الله ﷺ والامر علی ذلك ثم كان الامر علی ذلك فی خلافة ابی بكر و صدرا من خلافة عمر علی ذلك ۔

وفی المرقاة ٣٧٠/٣

والأمر على ذلك أی التفرق وعدم الجماعة الذی كان فی زمنه عليه الصلاة والسلام يعنی كانوا يصلون التراويح منفردين بعضهم فی بيوتهم وبعضهم فی المسجد إما لكونهم معتكفين أو لأنهم من أهل الصفة المنفردين أو لأنهم فی البيت ما يشغلهم عن العبادة فيكونون فی المسجد من المغتنمين فلا مخالفة لما تقدم من أمره عليه الصلاة والسلام إياهم بصلاة التراويح فی بيوتهم ثم كان الأمر على ذلك أی على وفق زمانه عليه الصلاة والسلام فی خلافة أبی بكر أی جميع زمانها وصدرا من خلافة عمر أی فی أول خلافته۔

وفی الدر المختار ٤٣/٢

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء ۔

وفی البحر الرائق ١١٧/٢

وحكى غير واحد الإجماع على سنيتها وقد سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وندبنا إليها وأقامها فی بعض الليالی ثم تركها خشية أن تكتب على أمته كما ثبت ذلك فی الصحيحين وغيرهما ثم وقعت المواظبة عليها فی أثناء خلافة عمر رضی الله عنه ووافقه على ذلك عامة الصحابة.................................... والله تعالیٰ أعلم بالصواب

محمد اویس عفی عنہ (دستخط)

محمد اویس عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

١٤٣٠/١٢/٦ھ

الجواب صحیح

(دستخط)

١٤٣٠/١٢/٦ھ

الجواب صحیح

(دستخط)

نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

١٤٣٠/١٢/٦ھ

(مہر: دارالافتاء — فتویٰ نمبر ٩/١٢١٢ — مورخہ ٣٠/١٢/٦)

(مہر: نائب مفتی — جامعہ دارالعلوم کراچی)

نوٹ: ایک استفتاء میں صرف تین سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے